داعئ کبیر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

جہادِ افغانستان کا تاریخی پس منظر

فتح و شکست کے اسباب اور قوت کا سرچشمہ

افغان علماء، مشائخ، فضلاء، طلباء اور عامۃ المسلمین سے داعئ کبیر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا فکر انگیز خطاب، جس میں افغانستان کے حالیہ بدترین انقلاب کی پیشگوئی، پس منظر، عوامل و محرکات کی نشاندہی تدارک اور اسلامی انقلاب کے لائحہ عمل اور خالص اسلامی و مستحکم افغانستان کی تعمیر و تشکیل کی دعوت دی گئی ہے۔ افغان مجاہدین ان مراحل سے گذرے ہیں۔ نو ۹ سال کے طویل ترین اور صبر آزما جہاد کے بعد اب فتح و نصرت کے نازک اور حساس ترین مرحلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ادھر پاکستان میں ان تمام اسباب و محرکات کو کھلے بندوں اپنایا جا رہا ہے جو افغانستان کی موجودہ ہلاکت و تباہی کا ذریعہ بنے۔ ایسے حالات میں موصوف کا یہ گرانقدر خطاب افغانیوں سمیت برصغیر کے تمام مسلمانوں بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ بالخصوص اہلِ پاکستان کی دینی حمیت، وحدت اور خالص اسلامی انقلاب کی انگیخت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ موصوف نے یہ تقریر ۱۹۷۳ء میں کابل یونیورسٹی کے ہال میں کی تھی۔ (ع ق ح)

محترم حاضرین! آپ حضرات اور خاص طور سے ادب اور تاریخ کا ذوق رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ افغانی قوم اُن قدیم اقوام میں سے ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے آزادی اور عزت و سربلندی کی زندگی گذار رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قدیم زمانہ ہی سے اسے غیر معمولی انسانی قوتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ دوستو! میرا ذوق تاریخی رہا ہے اور میں اس کے اظہار میں کوئی تکلف محسوس نہیں کرتا کہ تاریخ ہی کے مطالعہ و تحقیق میں میری عمر گذری ہے، یہی میرا محبوب ترین موضوع رہا ہے۔ میں اپنے تاریخی ذوق سے مجبور ہو کر آپ حضرات کے سامنے یہ سوال رکھنا چاہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ صدیوں تک افغانی قوم دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہی، دنیا میں گذرنے والے خیر و شر، نیک و بد، فتح و شکست اور ظلم و ستم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس جسور و غیور، قیادت کی مستحق، زندگی سے بھرپور، دست و بازو کی طاقت اور جذبہ کی فراوانی سے بہرہ ور، باہمت اور باعزت قوم کے طویل عرصہ تک دنیا سے کنارہ کش رہنے، اپنے خول میں بند رہنے اور ایک گوشہ میں محدود رہنے کا راز کیا ہے؟ کیا اس عزلت اور گوشہ نشینی کی وجہ یہ تھی کہ افغانستان اور دنیا کے دوسرے ممالک کے درمیان بلند اور دشوار گذار پہاڑوں کی

ناقابلِ عبور دیوار حائل تھی؟ نہیں میرے دوستو! تاریخ کی شہادت تو یہ ہے کہ آسمان سے باتیں کرتے ہوئے برف پوش اور دشوار گذار پہاڑ کبھی بھی غازیوں اور اولوالعزم فاتحین کی راہ کی رکاوٹ نہیں بن سکے۔ آپ حضرات واقف ہیں کہ یہ ناقابلِ عبور اور پیچ در پیچ رستے جن میں انسان کی عقل جواب دے جاتی ہے، جو افغانستان کو ہندوستان اور پاکستان سے الگ کرتے ہیں، جب اللہ نے اس امت میں سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین محمد غوری اور احمد شاہ ابدالی جیسے صاحبِ عزم و ہمت پیدا کیے تو یہ اونچی اونچی چوٹیاں یہ خطرناک گھاٹیاں اور یہ دشوار راستے اسلام کے سیلِ رواں کے سامنے حقیر تنکے ثابت ہوئے۔ ——— پھر کیا یہ قوم قید و بند کی زندگی گذار رہی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، بارہا یہ قوم اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکی تھی، اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکی تھی، لیکن اس کے باوجود سرسبز و شاداب چراگاہوں، مویشیوں اور زرخیز کھیتیوں جیسے محدود وسائل زندگی پر قانع کیوں تھی؟ اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔

پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب اسلام اس علاقہ میں آیا تو اچانک یہ قوم ہزاروں سال کی نیند سے بیدار ہوگئی اور اتنی لمبی چھلانگ لگائی جس کی دوسری قوموں میں مثال نہیں ملتی۔ اسلام کے زیرِ سایہ آتے ہی یہ لوگ سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ بلند ہمت، دوربین اور فولادی عزائم کے مالک نظر آنے لگے۔ یہ قوم بزمِ کائنات میں شامل ہوئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مدفون خزانہ یا کوئی سربستہ راز تھا جو اچانک منکشف ہوگیا۔ کیا ان کے جسموں سے بجلی کا کرنٹ چھو گیا تھا یا کوئی جادو کی چھڑی تھی جس نے آن کی آن میں اس قناعت شعار، ٹھہری ہوئی پرسکون اور عزلت گزین قوم کو غیور و جسور، ظفرمند اور رواں دواں قوم میں بدل دیا۔ کیا اس طوفانی ندی کے دہانے پر کوئی بڑی سی چٹان پڑی ہوئی تھی جو اس کے زور اور روانی کو روکے ہوئے تھی؟

افغانوں کی زندگی کے انقلاب کا حقیقی سبب اور اس کی شاہ کلید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی برکت سے تین بنیادی اور اہم جوہروں سے نوازا تھا۔

(۱) طاقتور پیغام اور اس کے اغراض و مقاصد (۲) نوعِ انسان، خارجی دنیا اور حقائق اشیاء کے بارہ میں وسیع نقطۂ نظر (۳) اللہ کی مدد و تائید پر کامل اعتماد اور جد و جہد کے نتائج پر یقین۔

یہ وہ تین عناصر ہیں جن سے قوم کے کردار کی جدید تشکیل ہوتی ہے، اس کو نئی زندگی ملتی ہے اور وہ نئی تاریخ بناتی ہے اور اپنی مخفی طاقتوں اور نامعلوم وسعتوں سے دنیا کو حیران و ششدر کر دیتی ہے۔

پہلے اس قوم کے پاس کوئی پیغام یا کوئی بلند مقصد نہیں تھا، ایک چھوٹے سے علاقہ تک محدود تھی، اپنے جانوروں اور مویشیوں میں مگن رہتی تھی، اکثر آپس ہی میں برسرِ پیکار رہتی تھی۔ اور جیسا کہ ایک عرب شاعر نے کہا ہے ؎

واحیانا علیٰ بکر اخینا　　اذا مالم نجد الا اخانا

(اور جب جنگجو فطرت کو جوہر دکھانے کیلئے کوئی دشمن نہیں ملتا تو ہم اپنے ہی بھائی بندوں کو تاکتے ہیں)

اور جنگوں اور آویزشوں کا انجام اخلاقی اور روحانی بے مائیگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب خانہ جنگی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تاخت و تاراج کرتا۔ ایک شاخ دوسری شاخ پر دھاوا بولتی اور ایک خاندان، دوسرے خاندان کی تاک میں رہتا۔ اسی طرح افغانیوں کے سامنے بھی اپنی خون آشام فطرت کی تسکین، اپنی جنگ کی پیاس بجھانے اور خطرپسند طبیعت کو مطمئن کرنے کے لیے خانہ جنگیوں، چراگاہوں اور جانوروں کے لیے لڑائیوں، قبائلی یا انفرادی غیرت و نخوت کے اظہار یا نام نہاد اور خیالی اہانتوں کا بدلہ لینے کے لیے برسرپیکار رہنے کے علاوہ اور کوئی میدان نہیں ملتا تھا۔ ایک عرب شاعر نے حقیقت کی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

النار تأکل نفسها　　ان لم تجد ما تأکلہ

(آگ کو جلانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو خود اپنے آپ کو جلا ڈالتی ہے)

لیکن جب اسلام آیا تو عربوں کے سامنے ایک بلند مقصد اور انسانیت کیلئے ایک طاقتور پیغام آگیا۔ یہی حال افغانیوں کا ہوا اسلام سے پہلے بہ صرف اپنے لیے زندگی گذار رہے تھے اور اب اللہ کا یہ فرمان ان کے کانوں کی راہ سے دل میں اتر رہا تھا:۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو انسانوں کے لیے خاص طور پر لائے گئے ہو، بھلائیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور ان کے ذہن و دماغ میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ وہ باغوں اور کھیتوں میں آپ سے آپ اُگ جانے والے خود رو گھاس پھوس نہیں ہیں بلکہ بجائے خود مقصود و مطلوب ہیں، ان کے ساتھ بلند مقاصد ہیں، ان کی ذمہ داریاں ہیں، جدوجہد اور کارکردگی کے نشانے متعین ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ وہ ایسی امت ہیں جو انسانوں کے لیے خاص طور سے بنائی گئی ہے، جو لوٹ مار اور خونخواری کے جذبہ کو تسکین دینے کے لیے آپ سے آپ نہیں پیدا ہوتی ہے۔ تو اُن کی زندگی، اُن کے خیالات اور رجحانات میں زبردست انقلاب آگیا، اب وہ اپنا مقصد وجود اور اپنی زندگی کی غرض و غایت یہ سمجھنے لگے کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے لیے جدوجہد کریں اور اس راہ میں قربانیاں دیں، یہانتک کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہو جائے اور انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر اُجالے میں لائیں، بندوں کی غلامی سے نجات دلائیں اور خدائے واحد کے آستانہ عالی پر پہنچائیں، دُنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعت سے روشناس کرائیں اور دوسرے مذاہب کی زیادتیوں سے آزاد کرا کے اسلامی عدل و مساوات کے زیر سایہ لائیں۔

حضرات! اس قوم کے پاس کوئی پیغام نہیں تھا، اسلام آیا تو ایک بلند پیغام اور زندگی کا بلند مقصد اس کے سامنے آگیا، اس نے اسلام کے ابدی پیغام کو اپنے سینے سے لگایا ـــ اور اسی نے ان میں نئی رُوح پھونک دی، وہ بدترین جہالت اور گھنگھور تاریکی میں زندگی گذار رہی تھی، خرافات اور حماقتوں میں بھٹک رہی تھی، ایک انسان دوسرے انسان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا

طاقتور کمزور کو نگل جانے کی کوشش کرتا تھا حقوق پامال ہو رہے تھے، عزتیں لٹ رہی تھیں اور ہر طرح کے جذبات وخواہشات پوری کی جا رہی تھیں کہ اچانک ان کے جسم میں ایک نئی روح دوڑ گئی، ان کے افکار و خیالات، احساسات اور اعصاب پر چھا گئی اور اب وہ نئی قوم تھے لیکنے انسان تھے، ان کی زمین وہی تھی، آب وہوا وہی تھی، دست و بازو وہی تھے لیکن اس جدید پیغام نے انہیں جدید امت بنا دیا۔

دوسرا عنصر یہ ہے کہ افغانی بہت تنگ اور محدود زندگی گذار رہے تھے، کائنات اور انسان کے بارہ میں اُنکا نقطۂ نظر بہت محدود تھا۔ انسان کون ہے؟ افغانی انسان ہیں، جو اس علاقہ میں رہتے سہتے ہیں، یہاں کی زبان بولتے ہیں، اس ملک کا لباس پہنتے ہیں، اس کی محبت کے گیت گاتے ہیں، اسی تنگ نقطۂ نظر نے انہیں اس تنگ دائرہ میں محدود کر رکھا تھا۔

اسی طرح زندگی کیا ہے؟ کھانا پینا، عیش و آرام، قوت وشوکت، حکومت وریاست، وہ اسی طرح زندگی گذارتے تھے جیسے مچھلیاں، یا مینڈک تالابوں میں جیتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب، ترک اور ایرانی سب کا یہی حال تھا۔ اسلام ہی نے ان سب کو اس تنگ وتاریک قید خانہ سے نکالا، جیسا کہ ایک عرب قاصد نے شاہ ایران سے کہا تھا:۔

لنخرج من شاء اللہ من ضیق الدنیا الی سعۃ الدنیا والاخرۃ۔ — جس کو اللہ توفیق دے اسے ہم دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعت میں پہنچا دیں۔

حضرات! آپ کے آباؤ اجداد انسان کے بارہ میں بہت تنگ نقطۂ نظر رکھتے تھے، اس میں اعلیٰ ظرفی نہیں تھی، بلند نگاہی نہیں تھی، اس میں گہرائی نہیں تھی۔ اسلام نے ان کو وسیع نقطۂ نظر عطا کیا، تو ان کی نگاہوں میں تمام انسان ایک خاندان اور پوری دنیا ایک گھر ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ فرمان ان کا عقیدہ بن گیا:۔

کلکم من ادم وادم من تراب لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی۔ — تم میں کا ہر ایک آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے بنے ہیں نہ تو کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر مگر تقوی کے اعتبار سے۔

پھر ان کا نقطۂ نظر اتنا وسیع ہو گیا کہ وہ نہ جغرافیائی حدود کو تسلیم کرتے تھے نہ خود ساختہ اور بے دلیل تقسیمات کو۔ مسلمان ان حدود سے نکل کر وسیع کائنات میں آگئے اور اگر یہ وسیع نقطۂ نظر نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح صدیوں تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔

تیسرا عنصر ہے مضبوط و مستحکم اعتماد! جب وہ خدائے واحد پر ایمان لے آئے، اس کے رسولؐ اور آخرت پر ایمان لے آئے اور یہ سمجھ گئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، اس سے نہ ایک لحظہ پہلے آسکتی ہے نہ مؤخر ہو سکتی ہے، اور انہوں نے اللہ کا فرمان سنا اور اس کو دل میں بسا لیا کہ:۔

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ — تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آدباوے گی اگرچہ

بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط (النساء آیت ۷۸) تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ہ (یونس آیت ۴۹) جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔

اس ایمان نے ان کو خود شناسی اور خود اعتمادی عطا کی، وہ یہ سمجھ گئے کہ انسان کی موت اُسی وقت آسکتی ہے جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے، تو انہوں نے اس کا بھی یقین کر لیا کہ دنیا میں ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر چیز اللہ ہی کے دستِ قدرت و اختیار میں ہے۔

پھر انہوں نے مزید خود اعتمادی اس آسمانی پیغام سے حاصل کی کہ ان کی حیثیت خدا کی فوج کی ہے اور وہ اللہ اور اس کے دین کے معین و مددگار ہیں، انہوں نے اللہ کا یہ فرمان سُنا۔

انّھم لھم المنصورون ہ و انّا جندنا لھم الغالبون ہ (الصّٰفّٰت آیت ۱۷۲،۱۷۳) بے شک وہی غالب کیے جاویں گے اور (ہمارا تو قاعدۂ عام یہ ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ (المجادلہ، آیت ۲۲) خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ (المومن: آیت ۵۱) ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) کھڑے ہوں گے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ہ (المنافقون: آیت ۸) (بلکہ) اللہ کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ و الرسول کے)

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ (آلِ عمران: آیت ۱۳۹) اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

اور اسی طرح کی دوسری آیتیں ان کے کانوں میں پڑیں تو اس سے ان کے یقین و اعتماد میں مزید قوت و استحکام پیدا ہو گیا۔

اس موقع پر میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلامی لشکر کے ساتھ موجیں مارتے ہوئے دجلہ کے سامنے پہنچے تو ایک لمحہ کے لیے رُکے، موج بدماں اور طوفان در آغوش دریا کا جائزہ لیا، گرد و پیش پر نظر ڈالی، پھر حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے مشورہ کیا کہ "بپھرے ہوئے دریا میں گھس پڑیں یا لوٹیں اور اسے عبور کرنے کے لیے پُل کا انتظام کریں"؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُس وقت جو لافانی جملہ کہا تاریخ نے اسے محفوظ کر لیا ہے، انہوں نے کہا:

"یہ دین تازہ اور نیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا اور ابھی اس حد تک نہیں پہنچا ہے جہاں تک پہنچنا اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے، پھر میں کیسے یہ سمجھ لوں کہ اس پیغام کے حامل غرق ہو جائیں گے"

حضرت سلمان فارسیؓ کا یہ جملہ اپنے اندر بڑے گہرے معانی و حقائق رکھتا ہے کہ جب یہ دین بالکل نیا اور تازہ ہے تو یہ ضروری ہے کہ دنیا کی تعمیر کائنات کی قیادت اور انسانیت کی ہدایت و راہنمائی میں اپنا کردار ادا کرے۔ چنانچہ امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فوج کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیں اور دریا پار کر جائیں۔ مؤرخ طبریؒ کی روایت ہے کہ ایرانیوں نے ان کو دیکھا تو چیخ پڑے "دیواں آمدند دیواں آمدند" کہ یہ انسان نہیں جن اور بھوت ہیں۔ یہ اعتماد اور یقین تھا جو اُن کے دلوں میں رچ بس گیا تھا اور ان میں نئی روح ڈال دی تھی۔

افغانی نوجوانو اور دوستو! آؤ اپنی تاریخ پر نظر ڈالو! سلطان محمود غزنویؒ کس طرح وسیع و عریض ممالک کو فتح کرتا چلا گیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور اندرون ملک گھستا چلا گیا یہاں تک کہ مشرق اور جنوب کی آخری سرحدوں تک پہنچ گیا حالانکہ اُس کے پاس نہ رسد کا انتظام تھا نہ کمک کا امکان، اس کا مرکز بہت دور تھا، درمیان میں سربفلک پہاڑ، دشوار گذار راستے اور تنگ گھاٹیاں حائل تھیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان جنگوں اور حملوں کی اس کے نزدیک اتنی ہی اہمیت تھی جتنی اہمیت ایک ماہر اور مضبوط کھلاڑی میچ یا کھیل کے میدان کو دیتا ہے۔ وہ اللہ پر کامل بھروسہ رکھتا تھا پھر یہ سمجھتا تھا کہ جہاد عبادت ہے اور اس راہ میں موت شہادت ہے اور شہدا مرتے نہیں بلکہ انہیں حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کے رب کی جانب سے ان کو روزی ملتی ہے۔ وہ اس پر سچا اور پختہ ایمان رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے پیغام کا حامل اور امین ہے اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کرے گا۔

حضرات! جن عناصر کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ افراد ہی کی تعمیر میں نہیں بلکہ قوموں کی تشکیل میں بھی زبردست رول ادا کرتے ہیں۔ شخصیت کی تعمیر کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے اور نفسیات اور تعلیم و تربیت کے ماہرین نے اسے اپنا موضوع بحث بنایا ہے لیکن میں اس وقت قوموں کے کردار سے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ انہی عناصر نے افغانی قوم کو بلند و بالا حیثیت دی جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، جسے شکست نہیں دی جا سکتی۔ اور جب قومیں شخصیت کی تعمیر کرنے والے ان عناصر سے محروم اور ان قوتوں سے خالی ہو جاتی ہیں تو انجام شکست و ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ تاریخ کے اس نازک موڑ پر افغانی قوم اپنی ان طاقتور اور قائدانہ خصوصیات سے محروم نہ ہو جائے اور خدانخواستہ وہ دور پھر واپس نہ آجائے جب وہ اسلام سے ناآشنا اور اسلامی دعوت سے بے بہرہ تھی۔

میں نوجوانوں سے خاص طور سے کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی قوم کے دلوں میں ان عناصر کی جوت جگا دو اور ان کو پروان چڑھاؤ، ان کی حفاظت کرو، ضائع نہ ہونے دو، کیونکہ قدیم زمانہ سے قوم وہی ہے، پہاڑیاں اور گھاٹیاں وہی ہیں، آسمان وہی، دریائے کابل ہزاروں سال سے اپنی گذرگاہ پر بہہ رہا ہے، یہاں کی سرزمین جسے اللہ نے بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے وہ بھی وہی ہے، خوش ذائقہ پھل، لذیذ میوہ جات، شیریں پانی، یہ ساری نعمتیں اور نوازشیں ہزاروں سال سے بدستور ہیں لیکن اصل مسئلہ قوم کی تعمیر کے عناصر کا ہے، پیغام مقصد زندگی، خود اعتمادی اور کارگذاری کے نشانہ کا ہے تاکہ زندگی کا مقصد متعین ہو، صلاحیتوں کے ظہور کے لیے میدان میسر آسکے حُسن و خوبی کا کوئی قابل تقلید نمونہ مل جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو پایا تھا اور خدا کے حضور میں مسلمانوں کی بے حسی، جمود، مصیبت اور بدحالی کی شکایت کی تھی، تو جواب ملا کہ یہ لوگ بغیر کسی مقصد اور پیغام کے زندگی گذار رہے ہیں، ان کے سامنے کوئی "اسوہ" کوئی نمونۂ عمل

اور کوئی محبوب نہیں جس کے عشق سے اپنے دلوں کو آباد کریں، جس کے حسن وخوبی کے گیت گائیں، جس کے نقشِ قدم کو اپنا نشانِ راہ بنائیں۔

ؔ تپے پیش خدا بگریستم زار مسلماناں چرا زار اند و خوار اند

ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم دلے دارند و محبوبے ندارند

افغانی نوجوانو! خدا نے تمہارے اوپر بڑا فضل فرمایا، تمہارے لیے کسی چیز کی کمی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ (الرعد: آیت ۱۱) — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا تا آنکہ وہ خود اپنے آپ کو بدل ڈالیں۔

اللہ اس سے بہت بلند ہے کہ کسی قوم کو عطا کردہ نعمتیں اس سے چھین لے سوائے اس کے کہ قوم ناشکری کی مرتکب ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ (ابراہیم: آیت ۲۸) — تو نے نہ دیکھا جنہوں نے بدلا کیا اللہ کے احسان کا، ناشکری اور اُتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اصل مسئلہ خود شناسی کا ہے، اپنی قدر و قیمت پہچاننے کا ہے، آپ اپنی قدر و قیمت پہچان لیجئے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ادارۂ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
کی چند اہم نادر مطبوعات
عربی مطبوعات | مدارس عربیہ کو خصوصی رعایت دی جائیگی | اردو مطبوعات

جمع الوسائل فی شرح الشمائل از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کامل دو جلد قیمت ۲۰۰/-
اوجز المسالک (شرح) مؤطا امام مالک از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کامل پندرہ جلد قیمت ۱۶۰۰/-
تفسیر البغوی (المسمّٰی بہ) معالم التنزیل کامل چار جلد قیمت ۵۲۰/-
امانی الاحبار (شرح) معانی الآثار از مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کامل چار جلد قیمت ۲۸۰/-
لسان المیزان اسماء الرجال از علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کامل سات جلد قیمت ۸۸۰/-

خطبات حکیم الامۃ یعنی مواعظ اشرفیہ جدید ترتیب بیس جلدیں شائع ہوچکی ہیں
تسہیل المواعظ از حضرت تھانویؒ سال بھر کے لیے باون خطبات کامل دو جلد ۱۸۷/-
الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ یعنی ملفوظات حکیم الامت کامل دس جلدوں میں قیمت ۴۶۵/-
اشرف السوانح کامل چار جلد ۲۴۰/-
التکشف عن مہمات التصوف قیمت ۱۲۰/-
اصلاحی نصاب حضرت تھانویؒ کے دس اہم رسائل کا مجموعہ قیمت ۸۵/-
اشرف الجواب از حضرت تھانویؒ ۸۵/-
معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مجلد ۳۳/-

حکومتِ پاکستان وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور (اسلام آباد، ۲ر فروری ۱۹۸۹ء)

عنوان: اسلامی موضوعات پر خواتین کی تصانیف کا انعامی مقابلہ

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور گذشتہ ایک سال (یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۸۷ء تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کے دوران خواتین کی قرآن حکیم کی تعلیمات، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی موضوعات پر لکھی گئیں اور شائع شدہ بہترین کتب کے لیے مندرجہ ذیل صدارتی انعامات کا اعلان کرتی ہے:-

(۱) پہلا انعام مبلغ -/۲۰،۰۰۰ روپے (۲) دوسرا انعام مبلغ -/۱۰،۰۰۰ روپے

شرائطِ اہلیت

(۱) کتاب خواتین کی لکھی ہوئی ہونی چاہیئے (۲) کتاب صرف قومی زبان اردو میں ہو (۳) کتاب اصل ہو اور اس سے پہلے کسی دوسری زبان میں شائع شدہ کتاب کا ترجمہ تفسیر یا تشریح نہ ہو (۴) مقابلہ میں شامل ہونے والی کتاب قابلِ اعتراض اور اختلافی مواد سے بالکل پاک ہو (۵) کتاب غیر معمولی علمی تحقیق، ادبی ذوق، فصیح و سلیس و شستہ اسلوب اور دلچسپ طرزِ تحریر کی حامل ہو۔ البتہ بچوں کے لیے لکھی گئی کتاب اُن کی ذہنی اور علمی استعداد سے مطابقت رکھتی ہو (۶) (الف) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ / سیرتِ طیبہ کے کسی پہلو پر / اور انسان کی سماجی، سیاسی، معاشی، تعلیمی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی زندگی میں لائی ہوئی تبدیلیوں پر محیط ہو یا (ب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کے بارے میں حسنِ سلوک اور معاشرے میں عورت کو صحیح مقام دلانے کی عکاسی کرتی ہو۔

(۷) مقابلے میں شامل ہونے والی وہ کتاب یکسر مسترد کی جائے گی جس میں درج قرآن کریم کے عربی متن یا حدیث نبوی کی کسی عبارت میں غلطی پائی جائے (۸) کتاب کم از کم سو صفحات پر مشتمل ہو (۹) کتاب پر واضح طور پر تاریخ اشاعت مع ماہ و سال درج ہو (۱۰) مسودات قابل قبول نہیں ہوں گے (۱۱) مقابلے کے لیے ارسال کردہ پیکٹ پر اس مقابلے کا نام واضح طور پر درج ہو جس میں شرکت کی جانی مطلوب ہے (۱۲) منصفین / اپیکس کمیٹی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ مقابلے میں شامل ہونے والی کسی کتاب کو بھی انعام (اول و دوم) کا حقدار قرار دے۔ اور ان کے اس فیصلے پر نہ تو کوئی اعتراض وارد ہوگا اور نہ ہی اسے چیلنج کیا جا سکے گا۔

مقابلہ میں شمولیت کی خواہشمند خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تصانیف کی بارہ عدد نقول مع اپنے کوائفِ حیات کے زیر دستخطی کے نام زیادہ سے زیادہ ۳۱ مئی ۱۹۸۹ء تک ارسال کر دیں ــــــ مقررہ مدت کے بعد موصول ہونے والی کتابیں مقابلہ میں شامل نہیں کی جا سکیں گی۔

حبیب الرحمٰن، ڈائریکٹر (آر اینڈ آر)
وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور (اسلام آباد)
فون نمبر ۸۲۸۴۷۲

P.I.D(I) 3017/97

اپیل تعمیر مسجد قدیم دارالعُلُوم حقّانیہ

(اکوڑہ خٹک)

جامع مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ مسجد شیخ الحدیثؒ) واقع شہر اکوڑہ خٹک جہاں سے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا تھا۔ جو تاریخی اعتبار سے دارالعلوم کے ہزاروں قدیم فضلاء مبلغین، مدرسین اولین درسگاہ اور اسی طرح افغانستان کے معرکہ کارزار کے صف اول کے قائدین مولانا محمد یونس خالص، مولانا فتح اللہ حقانی شہید اور مولانا جلال الدین حقانی کی تعلیم گاہ اور تربیت کی چھاؤنی تھی۔ جس میں خود قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ زندگی بھر امامت وخطابت اور درس قرآن پڑھاتے رہے۔

دعوات حق دونوں جلدوں کے زیادہ تر خطبات جمعہ یہیں ارشاد فرمائے گئے۔ یہ مسجد صرف مسجد ہی نہیں بلکہ مرکز علم ہونے کی وجہ سے پوری ملت کے لئے تاریخی اثاثہ ہے۔ قدامت اور دیواروں کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی زندگی ہی میں اس کی تعمیر نو کی تجویز اور تحریک اور اس سلسلہ میں عملی کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اپنی حیات مبارکہ میں اس کو گرا کر نیا کام شروع کرا دیا تھا۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

حضرتؒ کی وفات کے بعد ان کے دیگر کاموں کی طرح مسجد شیخ الحدیث کی تعمیر کا کام بھی بدستور جاری رکھا گیا ہے۔ مگر گرانی اور مہنگائی کے اس دور میں سب سے مشکل کام تعمیر ہی کا ہے۔ لہذا حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلقین و معتقدین، دارالعلوم حقانیہ کے مخلصین و محبین اور فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور عامۃ المسلمین سے اپیل ہے کہ اس مسجد کی تعمیر نو میں بھرپور حصہ لیں۔ اور ہر ممکن تعاون فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

ترسیل زر کا پتہ

مولانا حافظ انوار الحق۔ دارالعلوم حقّانیہ اکوڑہ خٹک پشاور